https://doi.org/10.58352/tis.v48i1.910

The Islamic Culture
Bi-Annual Research & Refereed Journal
Published by
Sheikh Zayed Islamic Centre,
University of Karachi
الثقافة الإسلامية
SZIC
ISSN (Print) : 1813-775X
ISSN (Online) : 2663-1709

# تصوف کی اسلامی روایت سے متعلق آرتھر جان آربری کے افکار کا تنقیدی جائزہ

# A CRITICAL EVALUATION OF A. J. ARBERRY’S VIEWS ON ISLAMIC TRADITION OF MYSTICISM

**Muhammad Zakir**
PhD Scholar Dept. of Islamic Thoughts and Culture
NUML Islamabad

**Dr Riaz Ahmed Saeed**
Assistant Professor, Dept. of Islamic Thought and Culture
Natioanl University of Modern Languages, Islamabad
drriazsaeed@gmail.com

**Abstract**

The revival of sciences and the European Renaissance movement is a paradigm shift in human history. Various sciences were edited, introduced and invented. A group of Western scholars made research and study in social sciences as well as Islamic sciences and Eastern arts as part of their research and studies. A number of Western scholars spent their lives in an Islamic tradition of knowledge for their interests, aims and objectives. In general, the Orientalists have made all the Islamic sciences their topic of study and established research centres. Among them, the Orientalists have also studied the subject of Sufism in addition to the Qur'an, Hadith, Fiqh, Sirah, and History. This research paper presents an analysis of one of the famous Orientalists' Arbury studies on Islamic Mysticism. Arthur Johan. Arberry is widely recognized as one of the leading British scholars of Oriental Studies in the mid-twentieth century. In this context, this study is an attempt to make to investigate Arberry's thoughts on the Islamic tradition of Sufism. The Critical and alnalytical Research Methodology has been adopted in this study with a qualitative approach. This study perceives that AJ Arberry's opinion regarding Islamic Sufism is moderate and based on justice. He says with reference to Islamic Sufism that Islamic Sufism should be taken from the Quran and Hadith which is original Source of Islamic Sufism. It is crucial to refer to Arabic sources and authentic references. It is recommended on behalf of this study that a comparative study should be made on Arrbry's thoughts with other Western scholars.

**Keywords**: Orientalists, Arberrry’s views, Mysticism, Islamic Tradition, Analysis

## تمہید:

تاریخی اعتبار سے تصوف دیگر علوم و فنون کی طرح ایک تاریخی پہلو رکھتا ہے۔ یہ اسلامی علمی روایت کی اہم ترین کڑی ہے۔ مستشرقین اور دیگر ناقدینِ تصوف کے ہاں تصوف کا تاریخی دور قبل از اسلام پایا جاتا ہے۔ وہ ہندوازم، بدھ مت اور عیسائیت وغیرہ سے تصوف کو مستعار مانتے ہیں ۔جب کہ قائلینِ تصوف اسے علوم اسلام کی ذیلی شاخ ہی تصور کرتے ہیں۔ صوفیاء کے ہاں تصوف رسول اکرم ﷺ کے احوال کا نام ہے

۔ محققین اس بات کے قائل ہیں کہ لفظ تصوف کا استعمال دورِ رسالت اور دورِ صحابہ میں موجود نہ تھا۔ لیکن تصوف کی روایت موجود تھی۔ بہت سے مستشرقین نے مختلف حوالوں سے تصوف کی تعلیمات اور اس کے مصادر وماخذ پر کافی اعتراضات کیے ہیں۔ مستشرقین کا رویہ ہر زمانے میں یکساں نہیں رہا۔ اس لیے ان کے ہاں علم، تجربہ، انداز استدلال، مذہبی حیثیت کے مختلف نمونے نظر آتے ہیں اور اسی لحاظ سے ان کے فکر وفن اور تحقیق و تالیف کا معیار بھی جدا جدا ہے۔ مستشرقین کی تحقیقات کی نوعیت وحیثیت کے لحاظ سے ان کو کئی اقسام (معتدل مزاج، متعصب مزاج، ملحد مزاج، پیشہ وارانہ مزاج وغیرہ) میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مستشرقین نے کئی مفید کام بھی کیے ہیں، جس پر ان کی تعریف کی جانی چاہیے۔ جیسا کہ اے جے آربری نے تصوف کے میدان میں ایسا مفید کام کیا ہے۔ جن مستشرقین نے تصوف پر مختلف انداز میں اعتراضات کیے تھے۔ ان کو مختلف طریقے سے آربری 'نے رد کیا ہے۔ کیونکہ آربری نے اپنے زندگی کا زیادہ تر حصہ مسلمان علاقوں میں گزارا تھا۔ اس کی وجہ سے فکری طور پر وہ اسلام سے کافی مانوس تھا۔ خصوصاً رومی پر کام کرتے ہوئے اس نے رومی کی تعلیمات کا بغور مطالعہ کیا جس سے اس پر کافی مثبت اثرات مرتب ہوئے۔

> Arberry spent almost the whole of his academic life immersed in the world of Islam, which became his intellectual territory. His detailed studies required him to enter into a deep understanding of the beliefs and the intricate works of medieval Muslim theologians, poets and mystics, and his translations of the Qur’an and the works of Rūmī involved him in unravelling some of the most profound expressions of Islam.(۲)

آربری نے اپنی علمی زندگی کا تقریباً زیادہ تر حصہ عالم اسلام میں گزارا، جو ان کا علمی علاقہ بن گیا۔ اس کے تفصیلی مطالعہ نے اسے قرون وسطی کے مسلم ماہرین الہیات، شاعروں اور صوفیاء کے عقائد اور پیچیدہ کاموں کی گہری تفہیم میں داخل ہونے کا موقع ملا، اور اس کے قرآن کے تراجم اور رومی کے کاموں نے اسے اسلام کے بارے انتہائی گہرے تاثرات دینے کے قابل بنایا۔

مستشرقین میں سے کچھ لوگ معتدل اور کچھ متعصب اور کچھ علم دوست ہوتے ہیں۔ اسلامی تصوف کے حوالے سے آربری کا نظریہ معتدل اور انصاف پر مبنی ہے۔ لیکن ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی بعض امور میں آربری کو متعصب مستشرقین میں سے قرار دیتے ہیں جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

> آربری مستشرق إنجليزي ، ومعارضه للاسلام مشهور جداً. ورد اسمه على رأس قائمة كتاب ديرة المعارف الإسلامية. يعمل أستاذا في جامعة كامبريدج ومعظم الطلاب المصريين الذين تخرجوا في "الدراسات الإسلامية واللغة" بإنجلترا كان معلمهم(۳)-

ترجمہ: اے۔جے۔ آربری انگریز مستشرق ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اس کا تعصب بہت مشہور ہے۔ دائرۃ المعارف الاسلامیہ کے لکھنے والوں میں اس کا نام سرفہرست ہے۔ وہ کیمبرج یونیورسٹی میں پروفیسر کی حیثیت سے کام کرتا ہے۔ اور اکثر مصری طلبا جو انگلینڈ میں "الدراسات الاسلامیہ واللغویہ" کے فارغ ہیں، وہ ان کا استاد رہے ہیں۔

یہ بات بہت اہم ہے کہ تصوف کے مصادر وماخذ کے بارے میں باقی مستشرقین کی نسبت آربری کے افکار قدرے مختلف اور معتدل ہیں۔ اس ریسرچ پیپر میں اے جے آربری کے تصوف پر افکار کا تجزیاتی مطالعہ کیا گیا ہے تاکہ اسلامی تصوف پر اس کے افکار اور اعتراضات کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جواب دیا جاسکے۔

## سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ (Literature Review)

تصوف اور استشراق کے عنوان پر بہت سے لوگوں نے علمی کام کیا ہے لیکن زیر نظر عنوان "اسلامی تصوف کے متعلق مستشرق آربری کے افکار کا تنقیدی مطالعہ" پر تحقیقی کام نہ ہونے کے برابر ہے۔ ذیل میں اس موضوع سے متعلق چند مربوط اور اہم مقالہ جات کا تجزیہ پیش کیا جارہا ہے:

**ا۔اے جے آربیری کی کتاب**"An Introduction to the History of Sufism"کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ۔[۴]

اس میں مقالہ نگار نے آربری کی اس کتاب کے اندر موجود ابواب بندی کو نہایت اچھے انداز میں مختصر ابیان کی ہے اور اس میں موجود افکار کا اپنے الفاظ میں تجزیہ کرنے کے ساتھ اس کتاب کے ابحاث کو تنقیدی انداز میں بیان کی گئی ہے۔ لیکن اس میں استشراقی نظریات کو الگ منظم طور پر لکھ کر تجزیہ کیا ہے اور نہ اس پر تنقیدی کی ہے۔ جبکہ زیر نظر پیپر میں آربری کے نظریات کو بیان کر کے اس پر تجزیاتی انداز میں ان کا جواب بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

[5]-2. **Arberry: A Critical Evaluation of an Orientalist**by Richard Owen

یہ مقالہ سات ابواب پر مشتمل ہے۔ آربری پر بہت تفصیل سے لکھا ہوا ایک معیاری مقالہ ہے۔ اس میں آربری کی حالاتِ زندگی، اسلام کا آربری نے کس نظر سے مطالعہ کیا، استشراق پر ایڈورسعید کے تبصرے، آربری کی تصنیفات اور آربری نے جو قرآن کے ترجمہ کیا ان ابحاث پر تفصیل سے اس مقالے میں بحث کی گئی ہے۔ اس میں آربری کے اسلامی تصوف پر جو نظریات ہیں ان پر کوئی بحث نہیں کی گئی ہے۔

3. **Cultural and Semantic Challenges in Arberry's Translation of the Qur'anic Dialogue** by Abdul-Samad Abdullah & Lama Edris[6]-

یہ ایک تحقیقی مضمون ہے اس میں پہلا صفحہ آربری کی حالاتِ زندگی کے بارے میں ہے، پھر اس میں قرآنی مکالمے کو عربی سے انگریزی میں ترجمہ کرنے میں ثقافتی اور معنوی چیلنجوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ آرتھر آربری کے ترجمے کو کیس اسٹڈی کے طور پر جائزہ لیا ہے اور اس میں خصوصی طور پر خدا اور حضرت موسیٰ کے درمیان قرآنی مکالمے کو عربی سے انگریزی میں پیش کرنے کے لیے آربری کی ترجمے کی حکمت عملیوں کو تلاش کر کے یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی ہے کہ آیا یہ حکمت عملی مطلوبہ پیغام کو ظاہر کرنے میں کامیاب ہے یا نہیں۔

4. **An Introduction to the History of Sufism,** A J Arberry[7]

یہ اے جے آربری کی مشہور کتاب ہے۔ آربری کی یہ کتاب بنیادی طور پر اس کے ان تین لیکچر زپر مشتمل ہے، جو انھوں نے ۱۹۴۲ء میں سر عبد اللہ میموریل ہال کلکتہ میں دیے تھے۔ اس کتاب میں تصوف اور اس کی تاریخ کے حوالے سے انتہائی مفید معلومات موجود ہیں۔ اس کتاب میں آربری زیادہ تر تصوف کے حوالے سے جن مستشرقین نے مختلف نظریات پیش کیے ہیں ان پر تنقید کرتے ہوئے نظر آتا ہے۔

5. **Sufism in the Light of Orientalism** by Algis Uždavinys[8].

اس مضمون میں تصوف سے متعلق مختلف مسائل پر بحث کی گئی ہے، خاص طور پر جن کو ۱۹ویں صدی کے مستشرقین اور جدید علماء نے فروغ دیا ہے۔ ان یورپی مصنفین کی رائے کے برعکس جنہوں نے تصوف کو فارسی شاعری پر مبنی تصوف کی ایک قسم کے طور پر دریافت کیا، خود صوفیاء تصوف کو اسلام کا حصہ سمجھتے ہیں۔ اس طرح کے، مسائل پر بحث کی گئی ہے۔

**6.پروفیسر یوسف سلیم چشتی، تاریخ تصوف از پروفیسر یوسف سلیم چشتی۔**[۹]

پروفیسر یوسف سلیم چشتی کی اس کتاب میں اسلامی تصوف کی تاریخ کو بڑی جامعیت اور نقد و نظر کے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ انہوں نے اسلامی تصوف کا ارتقاء اور اس میں آنے والی تبدیلیوں کو بڑی دقت نظر سے بیان کیا ہے۔ اس کتاب کی خوبی یہ ہے یہ اسلامی تصوف سے بدگمانی اور بے جا تنقید کی بجائے اس کا علمی تجزیہ پیش کرتی ہے۔ جہاں پر کوئی سہو ہوا ہے اسے بتاتی ہے جبکہ تصوف کی مجموعی خوبیوں سے آگاہ کرتی ہے۔ قاری کو اس سے نہ صرف تصوف کی تاریخ کا پتہ چلتا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس میں ہونے والی اہم تبدیلیوں کا بھی علم ہوتا ہے۔

**7۔ اسلامی تصوف کے مصادر اور مستشرقین کی آراء کا ایک تجزیاتی مطالعہ** از عبد الوہاب خان ازہری[۱۱]۔

اس تحقیقی مضمون میں تصوف کے مصادر پر کیے جانے والے اعتراضات کو اچھے اور منظم انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اس میں کسی خاص مستشرق کی آراء پر بات نہیں کی ہے، جن جن مستشرقین نے تصوف کے مصادر پر بات کی ہے ان کو اس میں بیان کیا گیا ہے۔ جبکہ یہ مقالہ مستشرقین کے خاص گروہ کی ان آراء پر مشتمل ہے۔ اس میں صرف مصادر تصوف پر بحث نہیں کی گئی ہے بلکہ تصوف کے تمام پہلوؤں کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔

**8۔ قرآن، حدیث اور تصوف سے متعلق مستشرق نکلسن کے افکار کا تنقیدی مطالعہ** از محمد ریاض محمود[۱۱]۔

اس تحقیقی مضمون میں مستشرقین کی طرف سے قرآن و حدیث پر جو اعتراضات ہیں ان کو کافی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ تصوف کے موضوع کو زیرِ بحث لا کر صرف مستشرقین کی طرف سے جو اعتراضات ہیں ان میں سے نکلسن کا صرف ایک اعتراض ذکر کیا ہے کہ اسلامی تصوف غیر اسلامی افکار سے ماخوذ ہے کو بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ جبکہ مقالہ ہذا میں اسلامی تصوف پر معروف مستشرق اے جے آربری کے اعتراضات و افکار کا جائزہ لیا گیا ہے۔

**9۔ اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش، از پروفیسر یوسف سلیم چشتی۔**[۱۲]

اس کتاب میں پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے تصوف کے فکری و عملی اطوار میں ہونے والی اہم تبدیلیوں اور اس میں مختلف اوقات میں شامل ہونے والے غیر اسلامی نظریات اور افکار کی نشاندہی کی ہے۔ مزید یہ کہ انھوں نے تصوف کی تینوں اقسام ہندی، یونانی اور اسلامی کی تاریخ جمع کر دی ہے۔ قطع نظر اس بات کے کہ اب اس میں بے شمار ایسے عقائد و نظریات داخل ہو چکے ہیں جن کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

**Mystical Dimensions of Islam byAnnemarie Shimmel.**[13] -10

یہ این مری شمل کی کتاب ہے۔ یہ کتاب آٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔ اسے تصوف پر ایک شاہکار کتاب تصور کیا جاتا ہے۔ اس میں ان ابواب پر بحث کی گئی ہے: تصوف کیا ہے؟، کلاسیکی تصوف کا تاریخی خاکہ، انسان اور اس کا کمال، صوفی حکم اور بھائی چارے، تصوف ہندوستان اور پاکستان میں۔ اس کتاب میں بہت سی باتیں بغیر کسی حوالے کے پائی جاتی ہیں اور اپنے سفر کے قصے بھی ذکر کیا ہوا ہے اس لحاظ سے اس نے اسلام اور تصوف کے بارے میں سنی سنائی باتوں کو بیان کیا گیا ہے۔ باقی مستشرقین کی نسبت اس کتاب میں انصاف پر مبنی تجزیہ کیا گیا ہے۔

11. **An Introduction to the History of Sufism by A J Arberry.**[14]

یہ اے جے آربری کی مشہور کتاب ہے۔ آربری کی یہ کتاب بنیادی طور پر اس کے ان تین لیکچر زپر مشتمل ہے، جو انھوں نے ۱۹۴۲ء میں سر عبد اللہ میموریل ہال کلکتہ میں دیے تھے۔ اس کتاب میں تصوف اور اس کی تاریخ کے حوالے سے انتہائی مفید معلومات موجود ہیں۔ اس کتاب میں آربری زیادہ تر تصوف کے حوالے سے جن مستشرقین نے مختلف نظریات پیش کیے ہیں ان پر تنقید کرتے ہوئے نظر آتا ہے۔

**Sufism: An Account of the Mystics of Islam by A.J .Arberry[15].-12**

یہ کتاب بھی اے جے آربری کی ہے۔ آربری غزالی اور ابن عربی جیسے مفکرین، ابن الفرید، رومی، حافظ اور جامی جیسے شعراء کی ابتدائی صوفیانہ زندگی اور اقوال سے بہت متاثر تھے۔ اس لیے اس نے یہ کتاب تحریر کی۔ اس کتاب میں مختصر انداز میں تصوف کی تاریخ، اور صوفیاء کے عقائد کے حوالے سے مختلف اقتباسات تحریر کیے گیے ہیں۔

**13. A New History of Islamic Mysticism by Alexander Knysh.[16]**

یہ کتاب الیگزینڈر کنیش (Alexander Knysh) کی ہے، یہ کتاب کل ۶ ابواب اور ۲۳۱ صفحات پر مشتمل ہے اس کتاب میں اہل تصوف کے عقائد، خصوصیت اور اہل تصوف کون لوگ ہیں۔ اس حوالے سے اس کتاب میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ اس کتاب کو Princeton University press نے ۲۰۱۷ میں شائع کیا تھا۔

درج بالا کتابیں اور مقالات تصوف اور استشراق کے حوالے سے بہت اہم کوشش ہیں۔ ان میں تصوف کے آغاز وارتقاء اور تاریخی نکتہ نگاہ پر بحث کی گئی ہے۔ اسلامی تصوف پر مستشرقین کی طرف سے جو اعتراضات ہیں ان پر جزوی طور پر تذکرہ ملتا ہے ان اعتراضات کی توضیحات اور جوابات پر کوئی الگ مقالہ اور کتاب نہ ہونے کے برابر ہے اور خصوصاً اے جے آربری کے تصوف پر جو افکار ہیں ان پر کوئی تحقیقی کام نہیں ہوا ہے۔ زیر نظر مقالہ اس حوالے سے ایک منفرد کوشش ہے جس میں خصوصی طور پر اے جے آربری کے اسلامی تصوف پر افکار و اعتراضات کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ بالخصوص اردو زبان میں اس موضوع پر تحقیقی کام نہ ہونے کے برابر ہے لہذا امید ہے کہ یہ مقالہ اس کمی کو پوری کرنے کی ایک اہم کاوش ثابت ہو گا۔

## اسلوبِ تحقیق: (Research Methodology)

اس تحقیقی مقالہ میں تجزیاتی اور تنقیدی منہج تحقیق کو اپنایا گیا ہے۔ مضمون کے نتائج تک پہنچنے کے لیے بنیادی مصادر سے استفادہ کیا گیا ہے اور عند الضرورت ثانوی مصادر کو بھی استعمال کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ تحقیق کے جدید ذرائع: مثلاً، انٹرنیٹ، ویب سائیٹس، تحقیقی مقالہ جات، برقی کتب اور اسلامی سافٹ ویئرز اور بلاگز سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ مصادر اور حوالہ جات کے لئے جرنل کے رائج شدہ فارمیٹ کو مد نظر رکھا گیا ہے۔

## اسلامی تصوف اور اے جے آربری کے افکار و نظریات:

اسلامی تصوف کی روایت تاریخ اسلام کا حصہ ہے۔ مرورِ زمان کے ساتھ ساتھ اس میں مختلف غیر اسلامی افکار شامل ہوئے۔ اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ صلیبی جنگوں کے خاتمے کے بعد سولہویں صدی عیسوی میں یورپ کے تعلقات عرب مملک کے بجائے ایران سے بحال ہونے لگے۔ رابطوں کی بحالی کے بعد جب اہل یورپ ایران آنے جانے لگے تو لا محالہ انہوں نے فارسی سیکھنا شروع کر دی۔ فارسی زبان سیکھنے کے بعد ان کی رسائی ایرانی کتب، شخصیات اور شعراء تک ہوئی۔ وہ ایرانی ثقافت سے شناسا ہوئے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کی ایرانی صوفیاء سے بھی آشنائی ہوئی۔ ان مستشرقین کی معلومات کا ذریعہ صرف فارسی کتابیں، ایرانی اہل فکر و دانش، ادبی و علمی شخصیات، فلسفہ اور صوفیاء کرام تھے۔ حصول علم کا کوئی بھی غیر ایرانی ذریعہ ان کے پاس نہ تھا۔ بعض عرب شعراء اور فلاسفہ کے علاوہ ان کا ارتکاز توجہ ایرانی فلسفہ اور ایرانی شاعری ہی رہی۔ علم ذرائع تک رسائی نہ ہونے کے وجہ سے انہیں تصوف کا سرچشمہ بھی ایرانی فلسفہ میں ہی نظر آیا۔ مستشرقین نے تصوف کی تاریخ، ارتقاء اور اس کے نظریات و تعلیمات بھی ایرانی صوفیاء، علماء، کتب، کلچر، خانقاہوں اور خانقاہوں کو آباد کرنے والوں کے معمولات سے اخذ کیے۔ چنانچہ ان

معاملات کو ایرانی نقطہ نظر دیکھ کر حاصل ہونے والی معلومات کو یکجا کر کے اپنی کتاب میں بیان کر دیا۔ ان کتب سے جو بھی معلومات کم یا زیادہ دستیاب ہوئیں مدمقابل درست معلومات نہ کرنے کی وجہ سے انہیں قبول عام مل گیا۔ ان معلومات کے قبول کرنے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ وقت ریسرچ اور تحقیق کا نہیں تھا۔ اگر تحقیق تھی بھی تو اسے زیور طباعت سے آراستہ کرنے کے لیے درکار وسائل بہت کم تھے۔ لہذا لوگ وسائل کے کم ہونے، علمی روابط اور مصادر تک دسترس نہ ہونے کی بناء پر انہی معلومات پر اکتفا کرتے تھے۔ یورپی مفکرین نے ایران کے سفر کے بعد سفر نامے مرتب کیے اور کتابیں لکھیں جو چھپ بھی گئیں لیکن مسلمانوں کے پاس صحیح معلومات جاننے کے لیے کوئی دوسرا ماخذ موجود نہیں تھا۔ جس سے شواہد ملتے اور حقائق کی تصدیق کی جا سکتی۔

پروفیسر آربری نے ۱۹۴۲ میں اسلامی تصوف پر اپنے لیکچر میں اشارہ کر دیا تھا جیسا کہ وہ اس بارے میں لکھتے ہیں:

"At present, the original sources of Islamic Sufism are not available, due to which it is not possible to establish a correct opinion on Sufism. Based on whose information the original history of Sufism began in Mecca and continued in the Qur'an. All that information is available in the form of Arabic manuscripts in the libraries of Africa and Europe. These manuscripts could not be collected due to lack of research resources and no one who could afford to compile and publish them. Therefore, due to the non-availability of Arabic sources, no one could see the Meccan and Madani aspects of Sufism..."[17]

ترجمہ: اس وقت اسلامی تصوف کے مصادر اولیہ دستیاب نہیں ہیں جس کی وجہ سے تصوف پر صحیح رائے قائم کرنا ممکن نہیں تھی۔ جن معلومات پر مبنی تصوف کی اصل تاریخ کو مکہ اور مدینہ سے شروع ہوئی اور قرون اولیٰ میں بھی جاری وساری رہی۔ وہ جملہ معلومات عربی میں مخطوطات کی صورت میں افریقہ اور یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ تحقیقی وسائل میسر نہ ہونے کی وجہ سے ان مخطوطات کو جمع نہ کیا جا سکا اور نہ کوئی ایسا تھا جو انہیں مرتب اور مدون کر کے شائع کر سکتا۔ لہذا عربی مصادر میسر نہ ہونے کی وجہ سے کوئی بھی تصوف کا مکی اور مدنی رخ نہ دیکھ سکا۔ یہ فطری امر تھا کہ اگر وسائل اور مصادر وماخذ میسر ہوئے تو حقیقی اسلامی تصوف پر انہی کی بنیاد پر رائے قائم ہونا تھی لہذا جب مصادر مواد اور معلومات حقیقی اور اصلی نہیں تھیں تو اصلی، حقیقی اور مستند رائے کیسے قائم ہو سکتی تھی۔

ان غیر مستند مصادر پر مبنی رائے نے برصغیر پاک وہند کے اسکالرز اہل علم ودانش اور محققین کو متاثر بھی کیا اور ان کی رائے بھی بدلی۔ تاہم آج تحقیق کا رخ یکسر تبدیل ہو چکا ہے۔ اے جے آربری کی کہی ہوئی بات کے تقریباً اسی سال بعد بے شمار عربی مصادر اصلیہ کی موجودگی میں تاریخ تصوف کی صحیح تعبیر وتشریح کرنا ممکن ہو گیا ہے۔

**اسلامی تصوف کی مصدریت میں مسیحیت کا عمل دخل:**

مستشرقین اس بات کے قائل ہے کہ اسلامی تصوف کی بنیادی مصدر اسلامی تعلیمات نہیں ہیں بلکہ اسلامی تصوف کا سرچشمہ عیسائیت اور مسیحی رہبانیت ہے۔ انجیل مقدس کے مطالعہ وتحقیق سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات میں زہد ورہبانیت پر تاکید کی گئی ہے۔ صوفیانہ زندگی مسیحیت کی روح اور اس کے عارفانہ اور زاہدانہ افکار وعقائد سے زیادہ مطابقت رکھتی ہے۔ اس لیے مستشرقین تصوف کو مسیحی تعلیمات کا حصہ قرار دیتے ہیں۔ اس تحقیقی پیپر میں اس حوالے سے اے۔ جے۔ آربری کے افکار کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔

اے جے آربری کہتے ہیں:

"Sir John Malcolm is one of the famous people working on Sufism and Sufism in Europe. He wrote a book called History of Persia on Sufism. And this book played an important role in establishing the ideas of later Orientalists"[18].

ترجمہ: یورپ میں تصوف اور تعلیماتِ تصوف پر کام کرنے والوں میں سے ایک بڑا نام اور نامور شخصیت سر جان میلکم ہے۔ اس نے History of Persia نامی کتاب تصوف پر لکھی۔ جس کو بعد میں آنے والے مستشرقین نے مرجع و مآخذ سمجھ کر پڑھا اور اس کتاب نے بعد میں آنے والے مستشرقین کو نظریات قائم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

سر جان میلکم کے اس کتاب کے حوالے سے اے جے آربری اپنی رائے ان الفاظ میں لکھتے ہیں:

these four sources; Sir "That there are four sources of this book John Malcolm's book was made. The first source of these sources was Sir William Graham's lecture which he gave in the Bombay And the second source was the four books, the Literature Society first of which is the letter of Agha Muhammad Ali Mujtahid, a scholar from Kermanshah, Iran, which he wrote in response to Malcolm's letter.And the third source was the situation and affairs of Shahan-e Sultanate and the teachings of the Sufis in Iran at that time was the third source of this book.The last source of History of Persia was the book "Majlis al-Mominin" by the Shia religious scholar Nurullah Shustri".[19]

ترجمہ: اس کتاب کے چار ذرائع ہیں ان چار ذرائع کی بدولت سر جان میلکم کی یہ کتاب بنی۔ ان ذرائع میں سے پہلا ذریعہ سر ولیم گراہم کا ہے جو اصل میں عیسائی تھا اس کا وہ لیکچر ہے جو انھوں نے ۳۰ دسمبر ۱۸۱۱ میں بمبئی لیٹرر سوسائٹی میں Bombay Native Infantry کی 6th Regiment کی Ist Battalion کو دیا تھا(۲۰)۔ اور دوسرا ذریعہ وہ چار کتابیں تھیں، جن میں سے پہلی کتاب ایران کے شہر کرمانشاہ سے تعلق رکھنے والے سکالر آغا محمد علی مجتہد کا وہ خط ہے، جو انہوں نے میلکم کے خط کے جواب میں لکھا تھا۔ اور تیسرا ذریعہ شاہانِ سلطنت کے حالات و معاملات اور اس وقت ایران میں موجود صوفیاء کی تعلیمات اس کتاب کا تیسرا ذریعہ تھا۔ History of Persia کا آخری مآخذ شیعہ عالم دین نوراللہ شوستری کی کتاب "مجالس المومنین" تھی۔

یہ کل چار ذرائع تھے جن سے جان میلکم نے اپنی کتاب کا مواد اکٹھا کیا اور تصوف اور اس کی تعلیمات کی کتاب کے طور پر یورپ میں مشہور ہوئی۔ یہی کتاب بعد میں یورپ میں تصوف کو متعارف کرانے کا سبب بنی۔ اور بعد میں لوگوں نے اسی کو اسلامی تصوف کا درجہ دیا۔ اس سے اس بات کا بخوبی اندازا لگایا جاسکتا ہے کہ یورپ میں تصوف کے متعلق بننے والے نظریے کی حقیقت، ساکھ اور قدر کیا اور کتنی ہو گی۔ ایسی کتاب جو تصوف کے مصدر کا درجہ رکھتی ہے، اس کے لکھنے میں ایک لیکچر اور تین کتابوں کا عمل دخل ہے۔ ایسی کتابوں سے کوئی پختہ رائے قائم نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی کوئی ثقہ تحقیق کی جاسکتی بلکہ مفروضے قائم کیے جاسکتے ہیں۔ جو کہ ان کتب کے پڑھنے سے عیاں ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔

**تجزیہ و تحلیل:**

مستشرقین اس بات کے قائل ہیں کہ تصوف کا اصل اسلام نہیں بلکہ مسیحیت ہے۔

اس حوالے سے اے۔جے آربری تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تصوف کی مصدریت کو غیر از اسلام دوسرے مختلف مذاہب سے قرار دینا یہ مذہبی تعصب کے علاوہ کچھ نہیں کیونکہ اس نے علمی امانت کو بالائے طاق رکھ کر اس طرح الزامات لگائے ہیں۔

"It is not so much honest scholarship, as the worst form of the sectarian bigotry" (21).

ترجمہ: "یہ اتنا ایماندار وظیفہ نہیں ہے، جتنا کہ فرقہ وارانہ تعصب کی بدترین شکل ہے"۔

رہی یہ بات کہ عربوں کا اسلام سے پہلے اور بعد میں نصاریٰ کے ساتھ روابط تھے۔ اگرچہ جزیرۃ العرب میں موجود نصاریٰ کے مختلف فرقے موجود تھے جو مختلف ثقافتوں اور افکار سے متاثر تھے۔ لیکن مسلمانوں کا ان سے کسی قسم کی روحانی زندگی کے لیے ہدایات اور ارشادات طلب کرنا خلاف عقل ہے کیونکہ مسلمانوں کے پاس خود روحانیت کا ایک وافر ذخیرہ قرآن و سنت کی شکل میں موجود ہے، جو زہد اور نفس کے ساتھ مجاہدہ اور اللہ تعالیٰ سے محبت سے کی تعلیمات پر مبنی ہے۔

دوسری بات اس حوالے سے خود مستشرقین آپس میں بھی ایک رائے پر متفق نہیں ہیں، بلکہ بعض مستشرقین کا تو اپنی آراء میں بھی تضاد ہے۔ تصوف پر سب سے زیادہ کام کرنے والے مستشرقین ماسینیون اور نکلسن ہیں، وہ بھی اس طرف مائل ہیں کہ تصوف اسلامی کسی اجنبی مصدر سے ماخوذ نہیں ہے۔ کبھی کبھی اشارہ دیتے ہیں کہ فلاں مصدر سے مشابہت رکھتا ہے، لیکن بعد میں دوسری جگہوں پر اپنی قول سے رجوع کرتے ہیں۔

باقی یہ بات کہ مسیحی راہبوں کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات، تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اگر یہ تعلقات ثابت بھی ہو جائیں تو یہ قرآنی تعلیمات کے منافی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ﴾(۲۲)۔

ترجمہ: "(اے رسول) اہل ایمان کے ساتھ عداوت میں یہود اور مشرکین کو آپ پیش پیش پائیں گے اور ایمان والوں کے ساتھ دوستی میں انھیں قریب تر پائیں گے، جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں عالم اور درویش صفت لوگ ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے"۔

جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ﴾(۲۳)۔

ترجمہ: "جان رکھو کہ دنیاوی زندگی صرف کھیل، بیہودگی، آرائش، آپس میں فخر کرنا اور اولاد و اموال میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش سے عبارت ہے، اس کی مثال اس بارش کی سی ہے جس کی پیداوار (پہلے) کسانوں کو خوش کرتی ہے پھر وہ خشک ہو جاتی ہے پھر دیکھتے ہو کہ وہ کھیتی زرد ہو گئی ہے پھر وہ بھس بن جاتی ہے جب کہ آخرت میں (کفار کے

لیے) عذاب شدید اور (مومنین کے لیے) اللہ کی طرف سے مغفرت اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی تو سامان فریب ہے"(۲۴)۔

اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ جو زہد کا مجسم پیکر تھی۔ آپ ﷺ کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

"حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راتوں کو اتنی کثیر عبادت کرتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں مبارک میں ورم آجاتا۔ اتنی کثیر عبادت کے باعث صحابہ کرام کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اتنی مشقت کیوں فرماتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے بخشش کا وعدہ فرمار کھاہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں"۔(۲۵)

بنظر غائر قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے جوہر کا مطالعہ کرنے سے ہمیں روز روشن کی طرح عیاں ہوتا ہے کہ زہد، مجاہدۃ النفس اور دنیا کی شہوتوں اور لذتوں سے دور رکھنے کی واضح مصادر قرآن کریم اور احادیث نبویہ ہیں۔

**اسلامی تصوف کی مصدریت میں فارسی کا دخل:**

اے جے آربری بذاتِ خود تصوف کے مصادر کے مختلف ہونے کا قائل نہیں ہے لیکن وہ کچھ ان مستشرقین کے نظریات پر اپنی کتاب میں لکھتے ہیں جو تصوف کو فارسی اور ایرانی ماخوذ مانتے ہیں۔ یورپ میں تصوف کو متعارف کرانے والوں میں سے سکالر ایف۔ اے جی تھولک کا موازنہ کرتے ہیں جس نے ۱۸۱۹ میں فریدالدین عطار کے ہند نامے کا ترجمہ کیا۔ تھولک نے اطالوی زبان میں Sufsmus Sive Theology persica pantheistica کتاب لکھی جو یورپ میں تاریخ تصوف پر سب سے بڑی کتاب تصور کی جاتی ہے۔ جس نے مستشرقین کا تصوف کے بارے میں نظریہ قائم کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔

اس حوالے سے اے جے آربری کہتے ہیں:

"That Tholak took all the material of this book from Iran, all the material of his book is from Hazrat Bilaluddin Rumi's Masnavi Mahmood Shabastri's "Gulshan Raz" Maulana Abdul Rehman's "Tahfatah Al Ahrar" "Baharistan" from one book of Habini and Asaduddin. has been collected..."26

ترجمہ: تھولک نے اس کتاب کا سارا مواد ایران سے لیا ان کی اس کتاب کا سارا مواد حضرت جلال الدین رومی کی مثنوی محمود شبستری کی "گلشن راز" مولانا عبدالرحمن کی "تحفتہ الاحرار" "بہارستان" حبینی اور اسدالدین کی ایک ایک کتاب سے اکٹھا کیا گیا ہے۔

تھولک کی اس مشہور کتاب کے یہ کل مصادر و مراجع ہیں۔ ان مصادر و مراجع میں مثنوی مولانا روم کے علاوہ ایک بھی کتاب ایسی نہیں جس کا تعلق تصوف اور تاریخ تصوف کی تالیفات و تعینات سے ہو۔ مثنوی بھی عین تعلیمات تصوف کے بارے میں نہیں بلکہ اس میں شاعری کا انداز میں کچھ نصائح اور حکمتیں ہیں۔ ان تمام کتابوں میں سے کسی ایک کا نام بھی تصوف کی علمی تاریخ کے ضمن میں نہیں آتا۔ ان میں سے کچھ اسکالرز ہیں اور کئی عام تاریخ کے مصنفین جبکہ کچھ شعراء اور کچھ فلسفی ہیں۔

اے جے آربری لکھتے ہیں:

"The Orientalists have been working for four hundred years on a comparative assessment of Sufism and for this they have relied only on Iranian sources and literature…"[27]

ترجمہ: یورپی مصنفین کی ساری تحقیق قیاس اور مفرضوں پر مبنی ہے۔ ان کے نظریات تخیل، ظن اور اندازوں پر مبنی ہیں۔ ان مصنفین کا سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ ان میں سے کوئی ایک بھی اسلامی تصوف کو جاننے والا نہیں تھا بلکہ وہ تقابلی تصوف کے حوالے سے جانتے تھے۔ ان کی ساری توجہ اس بات پر تھی کہ ہندومت، ویدانت، بدھ مت، عیسائیت اور ایرانی ویونانی فلسفوں میں تصوف کی کیا حیثیت ہے اور ان تمام مذاہب، ادیان اور فلسفوں کے تصوف میں کیا مشترکات و مماثلات ہیں انھی مماثلات کے پیش نظر اسلامی تصوف پر بھی اپنا نظریہ قائم کیا۔ آربری کے مطابق مستشرقین چار سو سال تک تصوف کے تقابلی جائزے پر کام کرتے رہے اور اس کے لیے انھوں نے صرف ایرانی ذرائع اور لٹریچر پر انحصار کرتے رہے۔

اے جے آربری کے مطابق کہ اسلامی تصوف کے مآخذ میں سے ایک مآخذ ایرانی شعراء ہے۔ اس حوالے سے ولیم جونز کے بارے میں لکھتے ہیں۔ کہ تصوف کو یورپ میں متعارف کرانے والوں میں سے ایک سر ولیم جونز ہے۔ جس نے اپنی ابتدائی زندگی میں یونانی، لاطینی، فارسی، عربی اور دیگر زبانیں سیکھ لیں تھیں۔ اسے آٹھ زبانوں پر مکمل عبور حاصل تھا۔ اس کی اصل دلچسپی زبانیں سیکھنا، ویدوں کے مطالعے اور دورِ آخر کے صوفیاء کا فلسفہ اور فلسفہ ویدانت کے درمیان مشترکات میں تھی۔ اس لیے اس نے بنگال، ہندوستان اور ایران کا سفر کیا۔ گویا ان تین ذرائع سے تصوف پہلی بار یورپ میں متعارف ہوا۔ اور پھر اس تصوف کو اسلام میں داخل کیا گیا۔ جیسا کہ اے جے آربری اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"Thus sir Jones speculated, basing his theories on an acquaintance with the mysticism of the Persian poets only" ([28]).

ترجمہ: اس طرح سر ولیم جونز کے تصوف کے بارے میں جو تھیوری ہے وہ صرف ایرانی شعراء پر مبنی ہے۔

اس سے اے جے آربری یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ اسلامی تصوف کو ایرانی شعراء سے لیا گیا ہے۔

یورپی دنیا میں تصوف مختلف اور مختلف لوگوں کے ذریعے پہنچا۔ کہ اس دور میں لوگوں کو دور دراز ملکوں میں سفر کرنے کا شوق ہوتا تھا خصوصاً بعض لوگ تحقیق کی خاطر اپنے پسند کے ممالک کی طرف سفر کرتے تھے اور وہاں کی تہذیب و تمدن کا خاص مطالعہ کرتے تھے۔ جیسا کہ اوپر کہا گیا کہ ولیم جونز نے بھی مختلف ممالک بنگال، ہندوستان اور ایران کا سفر کیا۔ انھیں یونانی، لاطینی، فارسی، عربی اور دیگر زبانیں آتی تھی۔ ویدوں، ایرانی شعراء کا مطالعہ کیا تو اسے شعراء، صوفیاء اور فلسفہ ویدانت کے درمیان مشترکات پائی۔ اس طرح انھوں نے ایرانی شعراء کا کلام پڑھ کر فارسی کو تصوف کا مصدر قرار دیا۔

**تجزیہ و تحلیل:**

مستشرقین نے تصوف کی مصدریت کے حوالے سے ایک مصدر فارسی و ایرانی تعلیمات کو قرار دیا تھا۔ اس پر تجزیاتی لحاظ سے دیکھا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے:

تصوف صرف معروف کرخی اور بایزید بسطامی کے مرہون منت نہیں ہے اور نہ سارا تصوف ان ہی حضرات کی وجہ سے پھیلا، بلکہ اس میں مغرب عربی اور مصر کا خاص عمل دخل ہے، جیسے ذوالنون مصری، ابو سلیمان الدارانی اور حارث المحاسبی وغیرہ۔ اور یہ جو نظریہ پیش کیا گیا ہے

کہ عالم کا فی ذات کوئی وجود نہیں ہے اور حقیقی موجود رب ذوالجلال کی ذات ہے۔ اگر اس کا اشارہ تصوف میں وحدۃ الوجود کی طرف ہے، تو یہ نظریہ تصوف کے آخری چھٹی صدی میں آیا اور اسلام کے تمام صوفیاء کا یہ مذہب اور مسلک نہیں ہے(۲۹)۔

مستشرق آربری اس نظریے کا ردیوں پیش کرتا ہے۔

"That his theory is contrary to the principles of modern research and is a futile debate-"(۳۰)

کہ اس کا یہ نظریہ جدید تحقیق کے اصولوں کے منافی ہے، اور ایک فضول بحث چھیڑی ہے۔

**اسلامی تصوف کی مصدریت اور ہندی ثقافت:**

مستشرقین میں سے بعض اس بات کے قائل ہیں کہ اسلامی تصوف کا اصل ہندی ثقافت ہے۔ اس حوالے سے مختلف مستشرقین اس کو ثابت کرنے کے لیے مختلف دلائل دیتے نظر آتے ہیں۔

اس حوالے سے اے جے آربری بیان کرتا ہے:

"One of the sources of Islamic Sufism is India. That is, Muslim Sufis got their teachings from India. One of the famous scholars of this theory is Richard Hartman. In this regard, Richard Hartman describes three theories…"[31]

ترجمہ: اسلامی تصوف کا ایک آخذ ہند ہے۔ یعنی وہ کہتا ہے کہ مسلم صوفیاء نے اپنی تعلیمات انڈیا سے حاصل کیں ہیں۔ اس کو ثابت کرنے کے لیے مختلف سکالرز کے نظریات کو بیان کرتا ہے۔ ان سکالرز میں سے ایک مشہور سکالر رچرڈ ہارٹ مین ہے۔ اس حوالے سے رچرڈ ہارٹ مین کے تین نظریے کو بیان کرتا ہے۔

رچرڈ ہارٹ مین نے تصوف کے مآخذ کے حوالے سے تین نظریات پیش کیے ہیں:

پہلا نظریہ: رچرڈ ہارٹ مین کہتے ہیں کہ ترکستان یعنی وسط ایشیا مشرق و مغرب کی تہذیبوں کے اتصال اور ملاپ کا مقام ہے۔ روس اور انڈیا کی سرحدیں وہاں ملتی ہیں۔ سرحدیں ملنے کی وجہ سے رچرڈ نے تین نظریات قائم کیے کہ وسط ایشیاء میں تینوں تہذیبیں ملتی ہیں، لہٰذا یہاں ایک دوسرے کے نظریات اور فلسفے بھی منتقل ہوتے ہوں گے۔ چونکہ خراسان اور ایران کے دیگر علاقوں میں مسلم صوفیاء کی کثرت تھی، اس لیے مسلم صوفیاء نے تصوف کی تعلیمات روس، یونان اور انڈیا سے حاصل کی ہوں گی۔

دوسرا نظریہ: رچرڈ نے تصور رضا کے حوالے سے ایک نظریہ قائم کیا ہے کہ صوفیاء اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا پر راضی رہنے پر بہت زور دیتے ہیں، جب کہ ہندوؤں میں یہ تصور بہت زیادہ ملتا ہے، لہٰذا اندازا ہوتا ہے کہ صوفیاء نے یہ تصور وہیں سے لیا ہو گا(۳۲)۔ اس سے رچرڈ یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ اسلامی تصوف کی بنیاد ہندو تعلیمات ہیں۔

تیسرا نظریہ: رچرڈ ہارٹ مین کہتا ہے کہ ایران اور ہندوستان کی تعلیمات کے اثرات اسلامی تصوف میں بایزید بسطامی کے ذریعے داخل ہوئے ہیں(۳۳)۔

ان تین نظریات سے ہارٹ مین نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اسلامی تصوف کی بنیاد خارجی ہے۔ اسلام میں اس کو مختلف ذرائع سے داخل کیا گیا ہے۔ اسی طرح رچرڈ ہارٹ مین(Richard Hartman) کا قول آربری (Arberry) نقل کرتے ہیں کہ صوفی ابو علی سندی، ابویزید

البسطامی کے استاد رہے ہیں اور یہ صاف ظاہر ہے کہ اسلامی تصوف کا اصل مصدر ہندی ہے(۳۴)۔ اس طرح اے جے آربری نے دوسروں کے نظریات کے توسط سے یہ ثابت کیا کہ تصوف کے مصادر میں سے ایک مصدر ہندی تعلیمات بھی ہیں۔

## تجزیہ وتحلیل:

مستشرقین نے تصوف کے مصادر میں سے ایک مصدر ہندی اور اس کے فلسفے کو قرار دیا ہے اس کے حوالے سے مختلف اسلامی سکالرز اور مغربی سکالرز نے اپنی آراء دی ہیں جیسا کہ ابن تیمیہؒ کے نزدیک شیخ جنید بغدادی اور شیخ عبدالقادر جیلانی آئمہ تصوف میں سے ہیں ان لوگوں نے امر و نہی کو سب سے زیادہ تھامے رکھا اور لوگوں کو بھی اس کی وصیت کرتے تھے۔ اور یہی وہ حق ہے جس پر قرآن وسنت اور اجماع سلف دلالت کرتے ہیں اور اس طرح کی نصیحتیں ان بزرگوں کے کلام میں بہت زیادہ ہیں۔[۳۵] اور صوفی کی تعلیمات کے حوالے سے ابن قیم فرماتے ہیں کہ صوفی تعلیمات میں سے ایک فناء کا تصور ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ سب کی نظروں سے دور ہو کر غائب ہو جائے اور صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اس کی نظروں کے سامنے ہو۔ یہی اسلام کی اصل تعلیمات ہیں۔[۳۶]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ اس بات کے قائل ہیں کہ تصوف کی تعلیمات قرآن وسنت ہی سے ماخوذ ہے۔

اس حوالے سے ایک مغربی مستشرقہ این میری شیمل (Schimmel) لکھتی ہیں:

"The arguments which he has given for making Sufism a Hindi source are not satisfactory and these arguments are insufficient to claim him" (۳۷).

ترجمہ: جس (اے جے آربری) نے تصوف کو ہندی مصدر قرار دینے کے لیے جو دلائل دیئے ہیں وہ تسلی بخش نہیں ہیں اور ایسا دعویٰ کرنے کے لیے یہ دلائل ناکافی ہیں۔

جبکہ خود آربری (Arberry) اس حوالے سے کہتے ہیں:

> "No one tried to make Sufism a Hindi source except Max Horten, but the proponents of his arguments, or the inferences he made, contradicted his own claim, and its purpose. And the style is contradictory. Masnavin, on the other hand, calls Hallaj a monotheist" (38).

ترجمہ: مکس ہارٹن جیسے آدمی کے علاوہ کسی اور نے تصوف کو ہندی مصدر قرار دینے کی کوشش نہیں کی، لیکن اس کے دلائل کا جو طریقۂ کار ہے یا اس نے جو استنباطات کیے ہیں وہ خود اپنے دعویٰ کی مخالفت کرتے ہیں، اور اس کا مقصد اور طرز بیان جدا الی ہے۔ جبکہ ماسینون نے حلّاج کو موحد (Monotheist) قرار دیا ہے۔

اس طرح مستشرقین جو تصوف کے ہندی اثرات کے بارے میں خیال کرتے ہیں، ان کے دلائل میں کوئی وزن نہیں ہے اور زمینی حقائق کے بالکل برعکس ہیں۔

**اسلامی تصوف کا مصدر یونانی ہے:**

اے۔جے آربری اس بات کا قائل نہیں ہے کہ تصوف کا اصل یونانی ہے۔اس حوالے سے وہ لکھتے ہیں کہ کسی نے تصوف کو یونان کے ساتھ منسوب کیا اور کسی نے جدید افلاطونیت کے ساتھ۔جن صوفیاء کو اس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، پہلے ان کے بارے میں یہ جان لو کہ ان میں سے کوئی یونانی زبان سے واقف تھا؟ در حقیقت دیکھا جائے تو اوائل دور کے صوفیاء جنھوں نے تصوف مرتب کیا، ان میں سے شخصی طور پر کوئی بھی یونانی زبان سے متعارف نہ تھا۔اگر انھیں یونانی زبان آتی نہیں تھی تو پھر انھوں نے یونانی فلسفے اور جدید افلاطونیت کے افکار کو کہاں سے لیا؟ اگرچہ مامون رشید کے دور میں مختلف زبانوں کی کتابیں عربی میں ترجمہ ہوئیں مگر تصوف تو اس سے بہت عرصہ پہلے وجود میں آچکا تھا اور ابتدائی صدیوں میں تصوف پر لٹریچر بھی وجود میں آچکا تھا۔

اے۔جے آربری کے اصل الفاظ یوں ہیں:

"It is by no certain that Plotinus was ever translated into Arabic , and in any case , it seems that if any Greek authors exercised a real direct influence on the Arab mystic , none of whom is known to have been personally acquainted with Greek, they are more likely to have been late syncretizes"([39]).

یہ کسی بھی طرح یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ Plotinus کا ترجمہ کبھی عربی میں کیا گیا ہو اور نہ ہی کسی صورت یہ لگتا ہے کہ کسی یونانی مصنف نے عرب صوفیاء پر براہ راست اثر کیا ہو۔ان میں سے کسی کے بارے میں کہا نہیں جاسکتا کہ یونانیوں کے ساتھ ان کے براہِ راست رابطہ تھا۔شاید ان کے بارے میں زیادہ امکان ہے کہ ان کا تعلق عقائد و نظریات اور مذاہب کو مخلوط کرنے والے قدیم گروہ سے رہ چکا ہو۔

پروفیسر نکلسن کے علاوہ کچھ اور مستشرقین بھی اس نظریے کے قائل ہیں: جیسا کہ E. H Whinfield کا بیان ہے:

That Neo-Platonism has a certain resemblance and similarity in " the esoteric esoteric philosophy and the inspiration and discovery of Sufism is a clear proof that the Sufis were influenced by Neo-.[40]"Platonism

ترجمہ: نو افلاطونیت میں اشراقی باطنی فلسفہ میں اور تصوف کے الہام اور کشف میں ایک مشابہت اور مماثلت ہے، جو ایک واضح ثبوت ہے کہ صوفیاء نو افلاطونیت سے متاثر ہیں۔

ان دلائل سے واضح ہوتا ہے کہ مستشرقین کے ہاں اسلامی تصوف کا مآخذ اسلام نہیں ہے بلکہ اسلام میں یہ سب بعد میں داخل کیا ہے۔کیونکہ اسلام سے پہلے ہندومت، بدھ مت، عیسائیت اور یہودیت موجود تھے تو یہ تعلیمات ان مذاہب میں نمایاں ہیں۔اس اعتبار سے مستشرقین کہتے ہیں کہ اسلامی تصوف کا مآخذ خود اسلام نہیں ہے بلکہ تصوف اسلام میں داخل کیا گیا ہے۔نکلسن، گولڈ زیہر اور اے۔جے آربری نے اپنے ان نظریات کو ثابت کرنے کے لیے بہت سے عوامل و اسباب اور اقتباسات ذکر کیے جو کہ اوپر تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

**تجزیہ و تحلیل:**

بعض مستشرقین نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ اسلامی تصوف کی بنیاد یونانی فلسفہ فکر ہے، اسلام میں اس قسم کے تصوف کو بعد میں داخل کیا گیا ہے۔اس حوالے کچھ تجزیہ و تحلیل یہ ہے کہ مصر کے تصوف کے بڑے بڑے علماء جیسے ابو العلاء عفیفی، ڈاکٹر محمد مصطفی حلمی اور

شیخ المشایخ ابوالوفاء التفتازانی اس بات پر متفق ہیں کہ تصوف میں بعض مصطلحات اسلام میں دخیل ہیں جو یونانی فلسفہ سے عمومی طور پر اور افلاطونی فلسفہ سے خصوصی طور پر بذریعۂ ترجمہ مسلمانوں کے اندر آئے ہیں جو کہ ابن ناعم نے کتاب "اتولوجیا ارسطاطالیس" کا ترجمہ کر کے مسلمانوں کو پیش کیا تھا کہ ارسطو نے افلاطون کے تاسوعات سے اقتباس لیا ہے اور اس سے لاہوتی مذہب نکلا ہے۔

ڈاکٹر محمد مصطفی حلمی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"اتولوجیا ارسطو" جو نو افلاطونیت کی کتاب ہے، میں مذکور ہے کہ حقیقت علوی کا ادراک فکر سے نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا ادراک نفس اور عالم محسوس سے فناء اور مجرد ہو کر مشاہدہ سے کیا جاتا ہے۔ اس نظریہ کی گنجائش فلسفی صوفیاء کے کلام میں بھی معرفت کے باب میں موجود ہے کہ حس اور عقل سے معرفت حقیقی کا حصول ناممکن ہے۔ بلکہ اس کا حصول تب ہوتا ہے جب بندہ نفس کو ترک کرے اور اللہ تعالیٰ اس کے دل میں نور ڈال دے اور وہ ذات الٰہی میں ایسا مستغرق ہو کہ فرق بالکل ختم کر دے۔ پس ثابت ہوا کہ معرفت کے حصول کے طریقہ میں دونوں مکاتب فکر میں مشابہت ہے۔ اسی طرح مسلم صوفیاء، دلف ٹیمپل (معبد) میں لکھے ہوئے اس یونانی عبارت سے بھی واقف ہوں گے کہ "اپنے نفس کو خود جان لو"۔ صوفیاء نے اس عبارت کو پہچان لیا اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب اس قول " مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ "(۴۱)۔ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا کے زمرے میں لیا۔ اسی طرح فلسفی صوفیاء کے وضع کردہ بعض اصطلاحات جیسے کلمہ، عقل اوّل، علت اور معلول، فیض وجد، وحدت اور کثرت جیسے الفاظ کا استعمال تاثیر کی ایک واضح دلیل ہے"(۴۲)۔

لیکن یہ تاثیر اسلامی تصوف پر بہت کم درجے تک محدود رہا۔ جو عقل فعال اور نفس کو بدن سے مجرد کر کے اوپر مخلوق کے ساتھ اتصال وغیرہ جیسے باتیں کرنے والے اس تاثیر کی زد میں آئے تھے۔ لیکن اس کے علاوہ معرفت کی باتیں کرنے والوں کا مصدر خالص اسلامی ہے۔ جو قرآن وحدیث میں اس کے نمونے ملتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جن کے تصوف پر یہ اثرات تھے وہ چھٹے صدی ہجری کے چند لوگ تھے۔ اس سے پہلے تصوف اپنے خالص اسلامی رنگ میں مضبوط بنیادوں پر استوار ہوا تھا(۴۳)۔

Islam's mystical element, Sufism, offers believers a model of worship that transcends orthodox rituals and ceremony for direct, unmediated contact with the Divine.[44]

ترجمہ: اسلام کا صوفیانہ عنصر، تصوف، مومنوں کو عبادت کا ایک نمونہ پیش کرتا ہے جو کہ آرتھوڈوکس رسومات سے بالاتر ہے اور براہ راست غیر ثالثی کے رابطے کے بغیر الہ کے ساتھ رابطہ استوار کرنے کا ذریعہ ہے۔

ان اقتباسات اور نکات سے اس بات کی رہنمائی ہوتی ہے کہ اسلامی تصوف کی بنیاد خارج از اسلام نہیں ہے بلکہ اسلام ہی اس کی بنیاد ہے۔ اسلامی تعلیمات میں تزکیہ نفس، احسان اور زہد و تقویٰ کے حوالے سے بہت ساری تعلیمات ملتی ہے۔ ان تعلیمات کی رہنمائی میں مسلمانوں نے اپنی زندگیاں گزار رہے ہیں۔ جو لوگ اسلامی تصوف کی بنیاد غیر از اسلام قرار دیتے ہیں ان کی دلیلوں کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ انھوں نے مختلف مفروضوں کی بنا پر بات کی ہیں ان کے پاس کوئی ٹھوس اور مضبوط دلائل و شواہد نہیں ہیں۔ اور مستشرقین نے قرآن وحدیث کو ان تعلیمات کے لیے مصدر بنا کر ان کا مطالعہ نہیں کیا اور نہ ان کا حوالہ پیش کیا۔ جب اصل مصادر قرآن وحدیث کا مطالعہ ہی نہیں کیا تو کیسے معلوم ہو گا کہ ان تعلیمات کا اصل کیا ہے، خصوصاً تصوف کے بارے میں کیا معلوم ہو گا کہ تصوف کا اصل کیا ہے، اس کا ماخذ کونسے ہیں۔ کیونکہ مستشرقین نے تو تصوف کو عیسائیت، فارسی، ہندی اور یونان کی تاریخ کے پس منظر دیکھتا رہا۔ لہٰذا وہ اس ناطہ ایران، یونان اور ہند سے ملاتے رہے

۔ان کا عرب سے کوئی تعارف نہیں ہوا اور نہ انھیں قرآن و حدیث اور عربی مصادر کے مطالعہ کا موقع ملا۔ لہٰذا ایسی صورت میں ان سے مآخذِ تصوف کی درست معلومات ملنا بعید از حقیقت ہے۔

اے جے آربری کی رائے اسلامی تصوف کے حوالے سے معتدل اور انصاف پر مبنی ہے۔اسی لیے وہ اسلامی تصوف کے حوالے سے کہتا ہے کہ اسلامی تصوف کے لیے عربی مصادر اور اصل مراجع کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔اس سے بڑھ کر بڑی بات یہ ہے کہ آربری تصوف کے حوالے سے یہاں تک کہتا ہے کہ تصوف تک پہنچنے کے لیے قرآن و حدیث تک رسائی انتہائی ضروری ہے۔اور اس نے اسلامی تصوف کی بہت ساری ایسی خصوصیات کی طرف اشارہ بھی کیا جو کسی مستشرق کی تحریر میں نہیں ملتی۔اس کے مطابق اسلام کا صوفیانہ عنصر، تصوف مومنوں کو عبادت کا ایک نمونہ پیش کرتا ہے جو کہ آرتھوڈوکس رسومات اور عبادات سے بالاتر ہو کر اپنے رب کے ساتھ رابطہ استوار کرتا ہے ۔اس طرح کے تصوف کو آربری ایک بہترین تصوف قرار دیتا ہے۔آربری کے نظریات دوسرے مستشرقین کی نسبت منفرد ہے اسی بناء پر آربری نے بہت سے مستشرقین کے مختلف اعتراضات کو علمی بنیادوں پر تجزیہ کرکے رد کیا۔وہ یہ سمجھتا ہے کہ اکثر مستشرقین کے اعتراضات کا صحیح انداز میں تحقیق کیا جائے تو[۴۵] نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مستشرقین بغیر کسی مضبوط دلیل کے صرف مشترکات اور مماثلات کی بنا پر نظریہ قائم کرتے ہیں حالانکہ مشترکات و مماثلات ہر مذہب میں ہوتے ہیں۔

## نتائج:

۱. آربری اس بات کا قائل ہے کہ مستشرقین نے قرآن و حدیث کو تصوف کا مصدر بنا کر مطالعہ نہیں کیا۔جب اصل مصادر قرآن و حدیث کا مطالعہ ہی نہیں کیا تو کیسے معلوم ہوگا کہ ان تعلیمات کا اصل کیا ہے۔
۲. آربری کے مطابق جو لوگ اسلامی تصوف کی بنیاد غیر اسلامی قرار دیتے ہیں، انھوں نے مختلف مفروضوں کی بنا پر بات کی ہے۔ان کے پاس کوئی ٹھوس اور مضبوط دلائل و شواہد نہیں ہیں۔
۳. آربری کی رائے کے مطابق اسلام کا صوفیانہ عنصر، تصوف مومنوں کو عبادت کا ایک نمونہ پیش کرتا ہے جو کہ آرتھوڈوکس رسومات اور عبادات سے بالاتر ہو کر اپنے رب کے ساتھ رابطہ استوار کرتا ہے۔
۴. آربری کے مطابق مستشرقین بغیر کسی مضبوط دلیل کے صرف مشترکات اور مماثلات کی بناء پر نظریہ قائم کرتے ہیں حالانکہ مشترکات و مماثلات ہر مذہب میں ہوتے ہیں۔
۵. آربری تصوف کے بارے میں اس بات کا قائل ہے کہ اسلامی تصوف تک پہنچنے کے لیے عربی مصادر اور اصل مراجع یعنی قرآن و حدیث تک رسائی انتہائی ضروری ہے۔
۶. آربری کہتے ہیں کہ اوائل دور کے صوفیاء جنھوں نے تصوف مرتب کیا، ان میں سے شخصی طور پر کوئی بھی یونانی زبان سے متعارف نہ تھا تو کیسے ہو سکتا ہے کہ صوفیاء نے تصوف کو یونان یا دیگر مذاہب کے علوم سے حاصل کیا ہو۔
۷. اے جے آربری کی رائے اسلامی تصوف کے حوالے سے معتدل اور انصاف پر مبنی ہے۔اس نے تصوف کی ایسی خصوصیات کی طرف اشارہ بھی کیا ہے جو کسی مستشرق کی تحریر میں نہیں پائی جاتیں۔

## سفارشات:

۱. تعلیمی ادروں کے ارباب اختیار سے گزارش ہے کہ اپنے ادارے کے شعبہ علوم اسلامیہ کے نصاب میں تصوف اور مستشرقین کے حوالے سے جدید لٹریچر جیسے پروفیسر نکلسن، گولڈ زیہر، این میری شیمل اور اے جے آربری جیسے لوگوں کی کتب اور تحقیقی مقالات کو شامل کیا جائے۔

۲. محققین، استشراق پر جدید عنوانات پر مقالات لکھوائیں، تاکہ نئی نسل ان جدید افکار سے آشنا ہو سکیں۔ اس کے علاوہ تعلیمی اداروں کے توسط سے معاشرے میں صرف ڈگری ک ہولڈر نہین بلکہ اچھے مفکرین بھی پیدا ہو سکیں۔

۳. مترجم حضرات سے یہ گزارش ہے کہ ارتھر جان آربری کی وہ کتابیں جو تصوف پر لکھی گئی ہیں۔ ان کا سلیس اردو ترجمہ کرا کے کتب خانوں میں رکھا جائے تاکہ طلباء اور سکالرز ان سے استفادہ کر سکیں۔

۴. **حوالہ جات / References**

[1] Arthur John Arberry was born in 1905. He was a British Orientalist, scholar, translator, editor and writer. He was specialized in Persian, Arabic language and Sufi studies.
Arthur John Arberry was born in 1905. He was a British Orientalist, scholar, translator, editor and writer. He was specialized in Persian, Arabic language and Sufi studies.

[2]. Richard Owen Watkin, Arthur John Arberry: A Critical Evaluation of an Orientalist. ( The University of Wales Trinity Saint David, 2020), P.25.

[۳]-السباعی ، مصطفی ، الاستشراق والمستشرقون ما لهم وما عليهم ،( دار الوراق ، المكتب الإسلامي ،س۔ن)، ص۴۹۔
Al-Saba'i, Mustafa, Al-Istishrāq wal-Mustashariqun mā Lahum wa Mā Alaihim,( Dār ul-Warāq, Al-Maktab ul-Islāmī, N.D.), p. 49.

[۴] حافظہ رابعہ اظہر، **اے جے آربیری کی کتاب** "An Introduction to the History of Sufism" کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ (مقالہ ایم فل علوم اسلامیہ، منہاج یونیورسٹی لاہور، ۲۰۱۸ء)۔
Hafiza Rabia Azhar ,Research and Critical review of, AJ Arbery's book "An Introduction to the History of Sufism" (Thesis MPhil Islamic Sciences, Minhāj University Lāhore, 2018).

Richard Owen Watkin, Arberry: A Critical Evaluation of an Orientalist, (PhD Thesis, The [5]
2020). University of Wales Trinity Saint David,

[6] Abdul-Samad Abdullah & Lama Edris, Cultural and Semantic Challenges in Arberry's Translation of the Qur'anic Dialogue, Journal of Intercultural Communication Research ,(50, 1, 2021)PP.41-65.

6, no. 2 Algis Uždavinys, Sufism in the Light of Orientalism,( Acta OrientaliaVilnensia,[7]
2005),PP.115-125.

6, no. 2 Algis Uždavinys, Sufism in the Light of Orientalism, (Acta OrientaliaVilnensia,[8]
2005),PP.115-125.

[۹] پروفیسر یوسف سلیم چشتی، تاریخ تصوف، (لاہور: دارالکتاب، طبع اول:۲۰۰۹ء)۔
Professor Yūsaf Saleem Chishtī, Tārikh Tassawaf, (Lāhore: Dār ul Kitab, first edition: 2009).

[۱۰] عبدالوہاب خان ازہری، اسلامی تصوف کے مصادر اور مستشرقین کی آراء کا ایک تجزیاتی مطالعہ،، الایضاح، ۲۰۱۴، ج۲۸، شمارہ ۱۔
'Abdul Wahāb Khan Azharī, Origins of Islamic Sufism and a critical study of the Opinions of .Orientalists, AL-IDAH , 2014, Vol 28, Issue 1

[۱۱] محمد ریاض محمود , قرآن، حدیث اور تصوف سے متعلق مستشرق نکلسن کے افکار کا تنقیدی مطالعہ، القلم، دسمبر، ۲۰۱۴ء، جلد:2, شمارہ:19۔
Muhammad Riaz Mahmūd, A Critical Study of Orientalist Nicholson's Thoughts on Quran, Hadith and Sufism, Al-Qalam, December, 2014, Volume: 2, Issue: 19.

[١٢] پروفیسر یوسف سلیم چشتی، اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش، (لاہور: انجمن خدام القرآن، ۱۹۷۶)۔

Professor Yūsaf Saleem Chishtī, Islāmī Tasawwaf Main Ghair Islāmī Nazaryāt Kī Ameezash, .(Lāhore: Anjaman Khudām al-Qur'an, 1976)

[13] Annemarie Shimmel., Mystical Dimensions of Islam ( Chapel Hill: University of North Carolina , Press, 1975).

[14] Arberry, A J. An Introduction to the History of Sufism,( London: Longmans Green, 1943).

[15] AJ Arberry , Sufism :An account of Mystic of Islam , (London: Routledge, 1950).

[16] Alexander Knysh, A New History of Islamic Mysticism, (New Jersey: Princeton Universty, 2017).

[17]. AJ Arberry, Sufism: An account of Mystic of Islam, (London: Routledge, 1950), 23.

[18] Arberry , An Introduction to the History of Sufism , London: Longmans Green , 1943,P.65.

[19] Ibid .11.

[20] https://www.mukaalma.com/12865/(Accessed on 19-12-2022 ).

[21]. Arberry,An introduction to the history of Sufism، P.33

[٢٢] ۔المائدہ،۵:۸۲-۸۳

Al-Māida,5: 82-83

[٢٣] الحدید،۵۷:۲۰

Al-Hadid,57: 20

[٢٤] نجفی ،شیخ محسن علی، تفسیر الکوثر، (اسلام آباد : جامعہ کوثر) ،ج ۹،ص ٦١.

Najafī, Sheikh Mohsan 'Alī, (Islāmabād: Jami 'e Kuothar, Tafsir al-Kothar), Vol. 9, p. 61.

[٢٥] بخاری،الجامع الصحیح ، کتاب التهجد، باب قیام النبی،حدیث: ١١٣٠،(القاهره: دارالشعب ،۱۹۸۷)،ص:۲۰۷-

Al-Bukhāri, Al-Jami' al-Sahih, Kitāb al-Tahajjad, Chapter, Qiyām al-Nabi, Hadith: 1130, (Cairo: Dār al-Sha'ab, 1987), p. 207.

[26]. Arberry , An Introduction to the History of Sufism, P.79.

[27].Ibid, 79.

[28] .Ibid, 10.

[29].http://religion.asianindexing.com/index.php?title=Al-Idah/(Accessed 21-12-2022).

[30] Arberry, An introduction to the history of Sufism, 32.

[31].Ibid,36.

[32].Ibid, 36.

[33] .Ibid, 36.

[34]. Ibid,34.

[٣٥] ابن تیمیہ ، احمَد بن عَبدُالحَلیم مجموع الفتاوی سوریا: مطبعۃ الرسالۃ ،١٣٩٨ھ، ج ١٠،ص ٥١٦.

Ibn Taymiyyah, Ahmad bin 'Abdul Haleem , Majmo' Al-Fatāwa Surya,(Mataba al-Risāla, 1398 AH), vol. 10, p. 516.

[٣٦] ۔ابن قیم ،شمس الدین ،مدارج السالکین ،(بیروت : ۱۹۹۷ء) ج۲،ص ۴۵۷۔

Ibn Qayyim, Shams al-Dīn, Madāraj ul-Salkeen, (Beirūt: 1997), vol.2, p. 457

[37] .Schimmel .Annemarie .Mystical Dimension of Islam, (The University of North Carolina Press .1975) ،P.33.

[38] .Arberry, An introduction to the history of Sufism, P.31.

[39] .Ibid, P.64.

[40].E. H Whinfield, Gulshan-i-Raz (The mystic Roze Gorden ), (London: Trubner & Co, 1880), PP.6- 7.

[٤١] ۔مجلسی،محمد باقر ، بحارالانوار،( بیروت: مؤسسة الوفاء،١٤٠٤ھ)، ج ٢،ص ٣٢-

Majalsī, Muhammad Bāqar, Bahār al-Anwār, (Beirūt: Mūassasat Al-Wafā ,1404 AH), vol. 2, p. 32.

[٤٢] ۔حلمی ،محمد مصطفی ،الحیاة الروحیة فی الاسلام،(قاہرہ: مکتبۃ الاسکیندریۃ،٢٠١١)ص ٥٧ - ٥٨-

Halmī, Muhammad Mustafa, Al-Hayāt Al-Rūhiya Fī al-Islām, (Cairo: Makbata al-Askandriya, 2011), pp. 57-58.

[٤٣] -حلمی، الحیاۃ الروحیۃ فی الاسلام ، ص ٥٧- ٥٨-

Halmī, Al-Hayāt Al-Rūhiya Fī al-Islām, pp. 57-58.

.Arberry, Sufism: An Account of the Mystics of Islam ,p.32.[44]